35

1950ء کی ایک رؤیا میں بتایا گیا کہ خلافت کے خلاف ایک فتنہ اٹھایا جائے گا۔ اور فتنہ اٹھانے والوں میں میرے بعض رشتہ دار بھی شامل ہوں گے جو میری بیوی کی طرف سے ہوں گے۔

(فرمودہ 7 ستمبر 1956ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''آجکل جو طوفانِ بے تمیزی اُٹھ رہا ہے اور جس کی خداتعالیٰ نے مجھے قبل از وقت خبر دے دی تھی اس میں ہر جھوٹ جو بولا جا رہا ہے وہ میری صداقت اور خدا رسیدہ ہونے کی کھلی شہادت اور دلیل ہے۔ سوائے خداتعالیٰ کے اور کونسی ہستی ہوسکتی ہے جو ان فتنوں کی قبل از وقت اطلاع دے دے۔ اِن فتنوں کے بعض حصے ایسے ہیں جن کی خبر مجھے آج سے اکیس سال پہلے دی گئی تھی۔ چنانچہ میری ایک رؤیا 1935ء کے الفضل میں چھپی ہوئی ہے

جس میں موجودہ فتنہ کی کئی تفاصیل بیان کی گئی ہیں۔ اِسی طرح ایک رؤیا 1946ء کے الفضل میں چھپی ہوئی ہے جس میں اِس فتنہ میں حصہ لینے والے بعض آدمیوں کا علاقہ بھی بتایا گیا ہے۔ مثلاً ایک رؤیا میں بتایا گیا ہے کہ جماعت میں بیداری پیدا ہونے پر چاروں طرف سے لوگوں نے آنا شروع کیا اور ان جمع ہونے والے لوگوں میں مَیں نے شہر سیالکوٹ کے کچھ لوگوں کو پہچانا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ کچھ وہ لوگ بھی آ گئے جو باغی تھے۔ اور اللہ رکھا بھی ضلع سیالکوٹ کا ہی رہنے والا ہے۔ اب یہ ساری باتیں آج سے اکیس سال پہلے کون بتا سکتا تھا؟

پھر ایک رؤیا 1950ء کی ہے۔ وہ بھی اِس فتنہ میں حصہ لینے والوں کی خبر دیتی ہے۔ جب میں کوئٹہ گیا تو اتفاق سے میری ایک لڑکی امۃ الحکیم بیگم بھی میرے ساتھ تھی۔ اُس نے مجھے لکھا کہ آپ کوئٹہ کی خوابیں نکلوا کر دیکھیں۔ مجھے یاد ہے کہ اُن میں اِس فتنہ کا بھی ذکر تھا۔ چنانچہ جب وہ خوابیں نکلوائی گئیں تو ان میں سے ایک خواب میں صراحتاً یہ ذکر تھا کہ خلافت کے خلاف ایک فتنہ اُٹھایا گیا ہے اور مجھے فتنہ اُٹھانے والے کا نام بھی بتایا گیا مگر میں نے کہا کہ میں اس کا نام بتاتا نہیں۔ صرف اِتنا بتا دیتا ہوں کہ وہ شخص میرا رشتہ دار ہے۔ مگر اُس کی رشتہ داری میری بیویوں کی طرف سے ہے۔ اب بتاؤ کہ 1950ء میں یعنی آج سے چھ سال قبل خداتعالیٰ کے سوا اَور کونسی ہستی تھی جو بتا سکے کہ خلافت کے خلاف ایک فتنہ اُٹھایا جائے گا اور فتنہ اُٹھانے والوں میں میرے بعض رشتہ دار بھی شامل ہوں گے جو میری بیویوں کی طرف سے ہوں گے یعنی میرے سالے اس میں ملوث ہوں گے۔

پھر اِس رؤیا میں بیویوں کا لفظ استعمال کیا گیا تھا جس میں اِس طرف بھی اشارہ تھا کہ ایک سے زیادہ بیویوں کے رشتہ داروں کی طرف سے یہ فتنہ اُٹھایا جانے والا ہے۔ چنانچہ میری ایک دوسری بیوی کی طرف سے بعض رشتہ داروں نے بھی اس میں حصہ لیا اور انہوں نے رؤیا کا یہ دوسرا حصہ پورا کر دیا کہ میرے بعض بیٹوں کی تعریف کی گئی ہے۔ مگر میں رؤیا میں کہتا ہوں کہ میں ایسا بیوقوف نہیں ہوں کہ اپنے بیٹوں کی تعریف سن کر دھوکا میں آ جاؤں۔ چنانچہ راجہ علی محمد صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی جو بعد میں ناظر اعلیٰ بھی رہے اُن کے ایک داماد نے

لکھا کہ میری بیوی کے ایک ماموں نے (جو سید ولی اللہ شاہ صاحب کے داماد اور میری ایک دوسری بیوی اُمِّ طاہر کی طرف سے رشتہ دار ہے) کہا کہ دیکھو جی! حضرت صاحب نے میاں طاہر احمد کو ولایت اس لیے بھیج دیا ہے کہ کہیں وہ ان کی جگہ خلیفہ نہ ہو جائے۔ گویا رؤیا میں جو خلافت کے خلاف فتنہ اُٹھانے والا حصہ تھا وہ میرے ایک سالے میاں عبدالوہاب کے ذریعہ پورا ہوا اور جو بیٹوں کی تعریف والا حصہ تھا وہ فیض الرحمان فیضی کے ذریعہ پورا ہوا جو راجہ علی محمد صاحب کا سالا اور میری بیوی اُمِّ طاہر کی طرف سے میرا رشتہ دار ہے۔کیا چھ سال قبل اِس قدر تفصیلی واقعات کوئی انسان بتا سکتا ہے؟ اِس رؤیا میں صراحتًا بتایا گیا تھا کہ خلافت کے خلاف فتنہ ہو گا اور اس میں میرا ایک رشتہ دار جو میری بیویوں کی طرف سے ہو گا میرے بعض بیٹوں کی تعریف کرے گا۔ جب کہ طاہر احمد کے متعلق بیان کیا گیا کہ وہ خلافت کا اہل ہے مگر اسے ولایت اس لیے بھیج دیا گیا ہے کہ وہ کہیں خلیفہ نہ ہو جائے۔ گویا خلافت کے خلاف منصوبہ بھی ہو گیا اور میرے ایک بیٹے کی تعریف بھی ہو گئی۔ دوسری طرف میاں عبدالوہاب نے کہا کہ حضرت صاحب اب بڈھے ہو گئے ہیں ان کو معزول کر دینا چاہیے۔ گویا جو باتیں آج کہی گئی ہیں وہ ساری کی ساری مجھے 1950ء میں بتا دی گئی تھیں۔ میں اُس وقت کوئٹہ میں تھا اور میری وہ رؤیا الفضل میں چَھپ چکی ہے۔ اب کون انسان ہے جو اس رؤیا کو جھوٹی کہہ سکے۔

مولوی محمد علی صاحب کی زندگی میں جب میں یہ کہا کرتا تھا کہ میں نے فلاں رؤیا دیکھی تھی جو پوری ہو گئی تو وہ کہتے کہ خوابوں کا کیا ہے حضرت صاحب نے تو لکھا ہے کہ بعض دفعہ کنجریوں کو بھی سچی خوابیں آ جایا کرتی ہیں اور یہ بات ٹھیک ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ بعض دفعہ کنجریوں کو بھی سچی خوابیں آ جایا کرتی ہیں اور یہ بات آپؑ نے حقیقۃ الوحی میں لکھی ہے۔1 مگر سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تو نہیں لکھا کہ کنجری کے سوا کسی کو کوئی سچی خواب آ ہی نہیں سکتی۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ لکھا ہوتا کہ کنجری کے سوا کسی کو کوئی سچی خواب نہیں آتی تو ان کی بات معقول ہوتی مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کسی کتاب میں ایسا نہیں لکھا۔

اب بھی ممکن ہے کہ میری ان خوابوں کا ذکر سن کر بعض پیغامی کہنا شروع کر دیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو لکھا ہے کہ سچی خوابیں کنجریوں کو بھی آ جاتی ہیں۔ میں ایسے لوگوں سے کہتا ہوں کہ کیا ان میں سے کوئی شخص کنجریوں کے برابر بھی نہیں کہ اسے سچی رؤیا دکھائی جائیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر تم اپنی خوابیں پیش نہیں کر سکتے تو اپنی بیویوں کی ہی سچی خوابیں پیش کر دو جو انہوں نے آج سے چھ سال قبل یا دس سال یا اکیس سال پہلے دیکھی ہوں اور وہ شائع بھی ہو چکی ہوں اور تم ان کے متعلق دعوٰی کے ساتھ کہہ سکو کہ وہ پوری ہو گئی ہیں۔ اگر تم اُن کی ایسی خوابیں پیش کر دو تو ہم پھر بھی یہ نہیں کہیں گے کہ چونکہ تمہاری بیویوں کی وہ خوابیں پوری ہو گئی ہیں اس لیے وہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ کنجریاں ہیں بلکہ ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیویوں پر اپنا فضل نازل کیا اور انہیں سچی خوابیں دکھا دیں جو پوری ہو گئیں۔ گویا ہم تمہارے جیسا سخت معاملہ نہیں کریں گے۔ بلکہ ہم شرافت سے کام لیں گے اور سمجھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیویوں پر اپنا فضل نازل کیا اور انہیں اپنے انعام سے نوازا۔ بہرحال میرا مطالبہ یہ ہے کہ تم میرے مقابلہ میں کوئی ایک رؤیا ہی پیش کرو جس سے تمہاری صداقت ظاہر ہو سکے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ [2] اگر تم سچے ہو تو تم کوئی ایک سورت ہی اس قرآن جیسی بنا کر دکھا دو۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ایک دفعہ الہام ہوا کہ فَأْتُوْا بِشِفَاءٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ [3] کہ جیسی شفا اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ روحانی اور جسمانی مریضوں کو دی ہے تم اس شفا کی کوئی مثال پیش کرو۔ اِسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر سچی خوابیں کنجریوں کو بھی آ جاتی ہیں تو تم میرے مقابلہ میں اپنی نہ سہی اپنی بیویوں کی ہی کوئی ایسی خواب پیش کرو جس میں سالہا سال قبل اِس قدر علمِ غیب کا اظہار کیا گیا ہو جس قدر اظہارِ غیب میری خوابوں میں موجود ہے۔ اگر تم کوئی ایسی مثال پیش کر دو تو ہم پھر بھی تمہاری بیویوں کے متعلق کوئی سخت لفظ استعمال نہیں کریں گے۔ بلکہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے اُن پر فضل کیا کہ انہیں اپنے غیب سے اطلاع کر دی۔ اور اگر میرے مقابلہ میں نہ تم اپنی کوئی مثال پیش کر سکو اور نہ اپنی بیویوں کی کوئی مثال پیش کر سکو تو تمہارا یہ کہنا کہ سچی خوابیں تو کنجریوں کو بھی آ جاتی ہیں بتاتا ہے کہ تم اُن سے بھی بدتر ہو کہ جو انعام کنجریوں پر بھی

کبھی کبھی نازل ہو جاتا ہے تمہیں وہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔

غرض یہ اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا نشان ہے کہ اُس نے اکیس سال قبل ان واقعات کے متعلق مجھے اطلاع دے دی۔ یعنی اُس نے 1935ء میں مجھے رؤیا کے ذریعہ ان واقعات کا علم دیا اور پھر وہ رؤیا الفضل میں شائع بھی ہو چکی ہے۔ اِسی طرح بعض رؤیا مجھے 1914ء اور 1915ء میں دکھائے گئے۔ اور بعض دوستوں نے اپنے خطوط میں ان کے حوالے بھی دیئے ہیں مثلاً میں شملہ میں تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک رؤیا کے ذریعہ بتایا کہ تمہارے رستہ میں مشکلات پیش آئیں گی اور کئی لوگ تمہیں اپنی منزل سے پھرانا چاہیں گے مگر تم نے پھرنا نہیں بلکہ سیدھے چلتے چلے جانا اور یہ کہتے جانا کہ ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ، خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' اور جب تم ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہو گے تو اللہ تعالیٰ تمام شیطانی روحوں کو ہٹا دے گا اور تمہاری سب مشکلات کو دور کر دے گا۔ اب یہ رؤیا 1914ء یا 1915ء کا ہے اور کئی دفعہ الفضل میں چھپ چکا ہے۔ اِس رؤیا کی وجہ سے میں اپنی اہم تحریروں میں یہ لکھا کرتا ہوں کہ ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ''۔ بہرحال اِس فتنہ کا ہر پہلو میری سچائی کی دلیل ہے۔ خدا تعالیٰ نے آج سے اکیس سال پہلے مجھے بتا دیا تھا کہ سیالکوٹ کے بعض لوگ اِس فتنہ میں حصہ لیں گے اور پھر اُس نے یہ بھی بتایا تھا کہ جہاں بعض فتنہ پرداز سیالکوٹ کے ہوں گے وہاں سیالکوٹ میں بعض مخلص لوگ بھی ہوں گے جو میری تائید میں کھڑے ہوں گے۔ چنانچہ دیکھ لو اسی طرح واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ بلکہ اَور خاندانوں میں سے مخلصوں کو تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے خود اللہ رکھا کے دو بھائیوں نے لکھ دیا کہ وہ منافق ہے۔ پھر عبدالوہاب اور فیض الرحمان فیضی کے متعلق بھی مجھے پہلے سے اطلاع دے دی گئی تھی اور بتایا گیا تھا کہ میری بعض بیویوں کے رشتہ دار فتنہ کھڑا کریں گے اور بعض تو صرف خلافت کی مخالفت کریں گے اور بعض یہ منافقت بھی کریں گے کہ میرے بعض بیٹوں کی تعریف کریں گے۔ چنانچہ فیض الرحمان فیضی کے متعلق اُس کی بہن کے داماد نے شہادت بھیجی ہے اور اُس پر ایک سینئر سب جج سے دستخط کروائے گئے ہیں جس نے اِس بات کی تصدیق کی ہے کہ اُس نے یہ تحریر میرے سامنے لکھی ہے۔ اُس نے لکھا ہے کہ میری بیوی کے ایک ماموں

یعنی فیضی نے بیان لکھا کہ میاں طاہر احمد کو اس لیے لندن بھیج دیا گیا ہے کہ وہ حضرت صاحب کی جگہ خلیفہ نہ ہو جائے۔ بلکہ اُس نے یہ بھی کہا کہ سید ولی اللہ شاہ صاحب کو بھی جو اس کے خُسر ہیں اس لیے دمشق بھیج دیا گیا ہے کہ وہ خلیفہ نہ ہو جائیں۔ حالانکہ سید ولی اللہ شاہ صاحب شاید ربوہ میں سب سے زیادہ مبغوض <u>4</u> انسان ہیں۔ اگر ووٹ لیے جائیں تو سب سے زیادہ ووٹ انہی کے خلاف ہو گا۔ میں نے انہیں دمشق کیا بھیجنا تھا ان کے فتنوں کے خط میرے پاس موجود ہیں کہ صدر انجمن احمدیہ مجھے کرایہ نہیں دیتی۔ مجھے جلدی کرایہ لے کر دیں تا کہ میں دمشق جاؤں اور اپنے بیوی بچوں کو واپس لاؤں۔ پھر ان کی بیوی کی تاریں بھی موجود ہیں کہ میرے خاوند کو جلدی بھیجیں تا کہ وہ مجھے واپس لے جائیں۔ گویا ایک طرف تو فیضی کی ساس منّت کرتی ہے کہ میرے خاوند کو جلدی بھیجیں کہ وہ مجھے واپس لے جائیں اور دوسری طرف سید ولی اللہ شاہ صاحب منّتیں کرتے ہیں کہ صدر انجمن احمدیہ کو توجہ دلائیں کہ وہ مجھے جلدی کرایہ دے مگر جب میں انہیں وہاں بھیجتا ہوں تو ان کا داماد کہتا ہے کہ انہیں اِس لیے دمشق بھیج دیا گیا ہے کہ وہ کہیں خلیفہ نہ ہو جائیں۔ یہ کتنی بے حیائی کی بات ہے کہ ایک طرف احسان کرانا اور دوسری طرف اس کے بُرے معنے لینا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ذلیل سے ذلیل انسانوں بلکہ چوڑھوں اور چماروں میں بھی یہ بات نہیں پائی جائے گی کُجا یہ کہ ایک معزز اور شریف زمیندار خاندان کا فرد یہ باتیں کہے۔ اِس شخص کے والد بڑے نیک اور پرانے مخلص احمدی تھے اور اپنی جماعت کے سرکردہ لوگوں میں سے تھے، اِس کا بھائی بڑا مخلص ہے اور ضلع کی جماعت کا امیر ہے۔ ایسے خاندان کا فرد ہو کر اس قدر ذلیل بات کرنا کتنی عجیب بات ہے۔ جس بات کے لیے اس کی ساس نے تاریں دیں، جس بات کے لیے اس کی ساس نے خطوط لکھے، جس بات کے لیے اس کے خُسر نے مجھے بار بار کہا کہ صدر انجمن احمدیہ مجھے کرایہ نہیں دیتی مجھے کرایہ لے کر دیں تا کہ میں اپنے بیوی بچوں کو واپس لاؤں اِس بات کو یہ رنگ دے دینا کہ میں نے سید ولی اللہ شاہ صاحب کو اس لیے پاکستان سے باہر بھیجا ہے کہ وہ خلیفہ نہ ہو جائیں کتنی ذلیل حرکت ہے۔ تم سوچو کہ کیا اتنے گند کی مثال کسی ادنیٰ سے ادنیٰ قوم میں بھی دکھائی دے سکتی ہے؟ ایک نٹ <u>5</u> کو ہی لے لو۔ تم اُسے ایک پیسہ بھی دو تو وہ دعائیں دیتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ آپ کا اقبال زیادہ کرے لیکن سید ولی اللہ شاہ صاحب کے بیوی بچوں کو ان کا وطن دکھانے کے لیے صدرانجمن احمدیہ اورتحریک جدید نے تیرہ ہزار روپیہ سے زیادہ رقم دی مگر اِس خاندان کا ایک فرد یہ کہتا ہے کہ میں نے انہیں اس لیے باہر بھیج دیا ہے کہ وہ کہیں خلیفہ نہ ہو جائیں۔ اِس طرح کی اور بھی مثالیں ہیں۔مگر میں ان میں نہیں پڑتا۔

بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ دیکھو جی! ربوہ میں حکومت درحکومت قائم ہے اور اس کی مثال یہ دی ہے کہ ربوہ سے بعض لوگوں کو نکال دیا گیا ہے۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو ربوہ درحقیقت کئی چیزوں کا نام ہے۔ ربوہ نام ہے اُس شاہی سڑک کا بھی جو لائلپور سے سرگودھا کو جاتی ہے اور ربوہ میں سے گزرتی ہے۔ اب کیا کسی شخص کی طاقت ہے کہ وہ کسی کو اِس سڑک پر چلنے سے روک سکے؟ کیا نظارت امورِعامہ یہ حکم دے سکتی ہے کہ فلاں شخص اس سڑک پر نہ آئے۔ یقیناً نظارت امورِ عامہ ایسا حکم نہیں دے سکتی۔ پھر ربوہ نام ہے اُن بعض قطعاتِ اراضی کا جو حکومت نے ہمارے پاس زمین فروخت کرتے ہوئے اپنے قبضہ میں رکھے۔ جیسے وہ سڑک ہے جو شاہی سڑک سے لنگرخانہ کی طرف آتی ہے اور پھر مسجد کی طرف نکل جاتی ہے۔ اِس سڑک کو حکومت نے اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔اب کیا ناظر امورِ عامہ کسی کو اِس سڑک سے باہر نکال سکتے ہیں؟ کبھی نہیں نکال سکتے۔ پھر ربوہ نام ہے اُن عمارتوں کا جو احمدیوں کی ملکیت ہیں یا سلسلہ کی ملکیت ہیں یا ربوہ نام ہے زمین کے اُن ٹکڑوں کا جو میں نے بیس ہزار کے قریب روپیہ خرچ کر کے اپنے بچوں کے لیے خریدے ہیں۔ ان ٹکڑوں میں ٹاؤن پلینر نے سڑکیں بنائی ہیں وہ بھی ذاتی ہیں گورنمنٹ کی نہیں۔ اب وہ سڑکیں جو میری ملکیت ہیں اور میں نے صدرانجمن احمدیہ سے قیمت دے کر خرید کی ہیں۔ اگر وہاں میرا کوئی دشمن آ جائے اور میں اُسے روکوں تو یہ کونسی حکومت درحکومت ہے۔ وہ سڑکیں تو خود حکومت نے میرے خاندان کے لیے بنائی ہیں اور میں نے اُن کی قیمت ادا کی ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص جو میری دشمنی کا اظہار کرتا ہے وہاں آئے تو کیا قانوناً میرا حق نہیں کہ میں اُسے روک دوں؟ اور اگر میں اُسے وہاں آنے سے روکتا ہوں تو کیا اِس کا یہ مفہوم لیا جائے گا کہ میں نے اسے ربوہ آنے سے روکا ہے؟ پھر ربوہ کا ایک حصہ احمدیوں کے مکانات کا ہے اور وہ اُن کی

ذاتی ملکیت ہیں۔اب اگر وہ احمدی یا نظارت امورِعامہ کسی شخص کو احمدیوں کا دشمن سمجھ کر وہاں آنے سے روک دے تو کوئی شخص اِس کو حکومت درحکومت کس طرح کہہ سکتا ہے؟ کیا اِن اخباروالوں کے گھروں میں کوئی دشمن گُھسنے کی کوشش کرے تو وہ اُسے نہیں روکیں گے؟ اگر وہ اسے روکیں گے تو کیا یہ حکومت درحکومت ہو گی؟ پھر اگر احمدی اپنے گھروں میں اپنے دشمنوں کو آنے سے روکیں تو یہ حکومت درحکومت کیسے ہو گئی؟ اگر اپنے گھروں میں دشمن کو آنے سے روکنا حکومت در حکومت ہے تو میں ان اخباروالوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے اخبارات میں یہ اعلان شائع کر دیں کہ ہمارے گھروں میں رات دن جس وقت کوئی چاہے آ جائے ہم اُسے نہیں روکیں گے خواہ وہ ہمارا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ہم حکومت درحکومت کے قائل نہیں۔ اگر وہ ایسا اعلان کر دیں تو ہم سمجھیں گے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔ اور اگر وہ ایسا اعلان نہ کرسکیں تو نظارت امورِ عامہ پر اُن کا اعتراض کرنا محض تعصب کا نتیجہ ہے۔ بہرحال اگر امورِ عامہ نے کسی کو ربوہ آنے سے منع کیا ہے تو اِس ربوہ سے شہر کا وہ حصہ مراد ہے جو نظارت امورِ عامہ کے ماتحت ہے سرکاری سڑکیں اور قطعات امورِعامہ کے ماتحت نہیں بلکہ امورِ عامہ کے ماتحت شہر کا وہ علاقہ ہے جس کی مالک صدرانجمن احمدیہ ہے اور اس علاقہ کے متعلق نظارت امورِعامہ کو پورا اختیار ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو جو اُس کی نظر میں مشتبہ ہو وہاں آنے سے روک دے۔ اب رہا وہ علاقہ جو نہ گورنمنٹ کے ماتحت ہے اور نہ صدرانجمن احمدیہ کے ماتحت بلکہ وہ احمدیوں کی ملکیت ہے تو اُس کے متعلق بھی ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر احمدی دیکھیں کہ کوئی شخص ان کے خلیفہ کو گالیاں دیتا ہے تو لازماً وہ اُسے اپنے گھروں میں نہیں ٹھہرائیں گے بلکہ اُسے روکنے کی کوشش کریں گے۔ اور اگر وہ خلیفۂ وقت کے کسی دشمن کو اپنے گھروں میں نہیں آنے دیں گے تو یہ حکومت درحکومت کیسے ہو گئی؟ یہ تو ایک ذاتی حق ہے جو ہر شہری کو حاصل ہے اور پاکستان کی حکومت نے دیا ہے۔ اِس کا استعمال ناجائز کیونکر ہو گیا؟

میں نے دیکھا ہے قادیان میں بھی ہمارے متعلق یہی کہا جاتا تھا کہ وہاں حکومت درحکومت قائم ہے۔ اِس کا ثبوت یہ دیا جاتا تھا کہ جماعت کا محکمہ قضاء باہمی جھگڑوں کے

فیصلے کرتا ہے۔ اُن دنوں احرار کا جوش زوروں پر تھا۔ انہوں نے شرارت شروع کی اور گورنمنٹ کے کان بھرنے شروع کر دیئے کہ قادیان میں حکومت درحکومت قائم ہے۔ اِس پر میں نے حکم دے دیا کہ دارالقضاء صرف احمدیوں کے باہمی مقدمات کا فیصلہ کیا کرے۔ احمدی اور غیراحمدی کا کوئی مقدمہ نہ سنا جائے۔ چونکہ احمدیوں نے اقرار کیا ہوا ہے کہ وہ ایک نظام کے پابند رہیں گے اس لیے ان کے اقرار کی وجہ سے ہمارا حق ہے کہ ہم اُن کے جھگڑوں کو آپس میں نپٹانے کی کوشش کریں۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں میں خداتعالیٰ نے جھوٹ بولنے والوں کو ننگا کر دیا۔ قادیان میں آریوں نے اپنے سکول کے لیے ایک شخص سے زمین لی مگر بعد میں اُس سے اُن کی لڑائی ہوگئی۔ آریوں نے بہت کوشش کی کہ انہیں زمین مل جائے مگر وہ نہ ملی۔ چونکہ اُس شخص پر جس سے انہوں نے زمین لی تھی ہمارا اثر تھا اس لیے آریوں نے مجھے لکھا کہ آپ حکم دیں کہ دارالقضاء ہمارا مقدمہ سُنے۔ میں نے انہیں کہا کہ گورنمنٹ نے اسے حکومت درحکومت قرار دیا ہے جس کی وجہ سے میں نے دارالقضاء والوں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ صرف احمدیوں کے باہمی مقدمات سنے۔ ایسے مقدمات نہ سنے جن میں کوئی فریق غیراحمدی ہو۔ اورتم تو ہندو ہو تمہارا مقدمہ ہم کیسے سن سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ بات حکومت نے کہی ہے ہم نے تو نہیں کہی۔ ہم آپ کو پوری اجازت دیتے ہیں کہ آپ ہمارا مقدمہ سنیں۔ میں نے کہا تم تو پوری اجازت دیتے ہو لیکن تمہارے دوسرے ساتھی شور مچائیں گے کہ یہ تو حکومت در حکومت ہے اس لیے میں دارالقضاء کو تمہارا مقدمہ سننے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ آریہ پھر بھی مجھے کہتے رہے۔ آخر میں نے سمجھا کہ یہ لوگ شور مچائیں گے کہ ہمارا حق ہمیں مل سکتا تھا لیکن یہ لوگ ہماری مدد نہیں کرتے۔ مجھے اُس وقت خداتعالیٰ نے ایک ترکیب سُجھا دی۔ میں نے نظارت امورِ عامہ کو ہدایت کی کہ وہ ڈپٹی کمشنر کو لکھے کہ یہ لوگ ہمیں چِٹھیاں لکھ لکھ کر تنگ کر رہے ہیں کہ ہم ان کا مقدمہ سنیں اور آپ اِس کا نام حکومت در حکومت رکھتے ہیں۔ کیا آپ کی طرف سے اجازت ہے کہ ہم ان کا مقدمہ سن لیں؟ اِس پر اُس نے لکھا کہ ہم خود فیصلہ کریں گے آپ ان کا مقدمہ نہ سنیں۔ اِس کے بعد جب آریہ میرے پاس آئے تو میں نے وہ چِٹھی اُن کے سامنے رکھ دی کہ ڈپٹی کمشنر نے لکھا ہے کہ ہم خود فیصلہ کریں گے۔

انہوں نے کہا ڈپٹی کمشنر کہتا تو ہے لیکن عملی طور پر وہ کچھ نہیں کرتا۔ میں نے کہا تم نے خود ہی شور مچایا تھا کہ یہاں حکومت در حکومت قائم ہے۔اب ہم کیا کر سکتے ہیں۔ حکومت ہمیں اجازت نہیں دیتی۔

اِس وقت بھی تین چار غیراحمدیوں کی چٹھیاں میرے پاس آئی ہوئی ہیں کہ بعض احمدیوں نے اُن کا روپیہ دینا ہے آپ ہمیں دلا دیں۔ ان میں سے ایک شخص نے بڑی منّت کی اور کہا میں بھوکا مر رہا ہوں میری مدد کی جائے اور اصرار کیا کہ میں اس میں ضرور دخل دوں۔آخر میں نے اس کی سفارش کر دی لیکن باقی درخواستوں کو میں نے روکا کیونکہ درخواست دینے والے غیراحمدی ہیں۔ اب میں اُن کو لکھوں گا کہ تم فلاں فلاں اخبار کو لکھو کہ وہ تمہارا روپیہ دلوا دیں ورنہ ہوسکتا ہے کہ بعد میں تم بھی کہنے لگ جاؤ کہ یہ تو حکومت در حکومت ہو گئی۔ پھر میرے لیے ایک اَور مشکل یہ بھی ہے کہ اگر کوئی احمدی کسی غیراحمدی کے خلاف نالش کرے تو غیراحمدی کہے گا میں تو احمدی نہیں ہوں میں تمہارا فیصلہ کیوں مانوں؟ اِس طرح احمدی کا حق مارا جائے گا۔ اگر غیراحمدی، احمدی کے خلاف نالش کرے تو اُس کا حق اُسے مل جائے گا اور پھر اُلٹا الزام عائد کیا جائے گا کہ یہ لوگ حکومت در حکومت کرتے ہیں۔ اس لیے میں ان غیراحمدیوں سے جو مقدمات سننے کے لیے درخواست کرتے ہیں کہہ دیا کرتا ہوں کہ تم عدالت میں جاؤ۔لیکن وہ پھر بھی یہی کہتے رہتے ہیں کہ عدالت سے ہم باز آئے آپ کا احسان ہو گا۔ آپ ہمارا حق ہمیں دلوا دیں۔

مجھے یاد ہے جب لارڈ ایمرسن گورنر تھے انہوں نے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو ہمارے متعلق لکھا کہ ان کا اپنی جماعت کے لوگوں کے مقدمات سننا حکومت در حکومت ہے۔ اس کے بعد وہ دورہ پر رہتک گئے اور وہاں انہوں نے ایک تقریر کی۔ اُس تقریر میں انہوں نے ایک پٹواری کی بڑی تعریف کی اور کہا میں سارے پنجاب میں پھرا ہوں لیکن اس جیسا اچھا آدمی میں نے نہیں دیکھا۔ اُس نے دیہات میں پنچایتیں قائم کروائی ہیں جو مقدمات کا فیصلہ کرتی ہیں۔ چنانچہ اب تک پانچ سَو مقدمات کا یہ گھر میں ہی فیصلہ کروا چکا ہے اور اِس طرح لوگوں کا روپیہ ضائع ہونے سے اس نے بچا لیا ہے۔ مجھے جب اس تقریر

کی اطلاع ملی تو میں نے اُنہیں ایک چٹھی لکھی کہ آپ نے ایک پٹواری کی تو تعریف کی ہے لیکن اِس بات کی وجہ سے ہمارے خلاف نوٹ لکھا ہے۔ ہم بھی تو مقدمات کا فیصلہ اِسی لیے کرتے ہیں کہ روپیہ ضائع نہ ہو لیکن آپ نے ہمارے کام کو تو حکومت درحکومت قرار دیا اور اس پٹواری کو مقدمات کا فیصلہ کرنے کی وجہ سے قابلِ تعریف قرار دیا۔ لارڈ ایمرسن آدمی تو غصہ والے تھے لیکن تھے شریف۔ انہوں نے فوراً لکھا کہ میری غلطی تھی۔ جو کام آپ لوگ کرتے ہیں مجھے اُس پر کوئی اعتراض نہیں۔

غرض بعض لوگ ہمارے نظام کو حکومت درحکومت کہتے ہیں اور دوسرے وقت آپ ہی مدد لینے کے لیے آ جاتے ہیں۔ ہمارے ایک احمدی دوست تھے۔ اُن کی بہن کی کچھ لڑکیاں تھیں۔ سید حبیب صاحب جو لاہور کی اخبار سیاست کے ایڈیٹر تھے انہوں نے مجھے لکھا کہ جو لڑکا ان کی شادی کی تجویز کر رہا ہے وہ ان کا حقیقی ماموں ہے اور میں رشتہ میں ان کا خالو ہوں۔ میں پسند نہیں کرتا کہ ان لڑکیوں کا وہاں رشتہ ہو۔ اس لیے آپ اس میں دخل دیں اور وہاں رشتہ کرنے سے اُسے روکیں ورنہ لڑکیوں کو تکلیف ہو گی۔ میں نے کہا آپ خود ہی کہتے رہتے ہیں کہ یہ چیز حکومت در حکومت ہے پھر میں اُس کو کس طرح کہہ سکتا ہوں کہ اس جگہ رشتہ نہ کرے۔ انہوں نے کہا میں کبھی نہیں کہوں گا کہ یہ حکومت درحکومت ہے بلکہ ساری عمر آپ کا ممنونِ احسان رہوں گا۔ آپ اس میں ضرور دخل دیں۔ میں نے کہا یہ آپ کے گھر کا معاملہ ہے۔ حکومت موجود ہے اُس سے امداد حاصل کریں۔ کہنے لگے عدالت میں کون جائے؟ وہاں تو کوئی ہزاروں روپے خرچ کرے پھر کہیں ڈگری ہوتی ہے اس لیے آپ ہی اُسے سمجھا دیں۔ وہ نوجوان مخلص احمدی تھا، ابھی تک خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہے، بڑا ذہین ہے۔ اب بھی جب پیغامیوں نے کہا کہ جب بھی کوئی فتنہ اُٹھتا ہے تو اُسے خوامخواہ ہماری طرف منسوب کر دیا جاتا ہے تو اُس نے لکھا کہ جب مباہلہ اخبار شائع ہوا تو خود پیغامی مبلغ یہ اخبار لوگوں میں تقسیم کیا کرتے تھے اور میں اِس کا گواہ ہوں۔ خیر میں نے اُسے سمجھایا اور ایک اَور دوست کے لڑکوں سے جو اُن کے دُور کے رشتہ دار بھی تھے اُن لڑکیوں کی شادیاں کرا دیں۔ جب میں نے ان رشتوں کا سید حبیب صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا آپ کا

احسان ہو گا اگر آپ یہاں رشتہ کرا دیں۔ میرے خیال میں یہ رشتے اچھے ہیں۔ اگر یہ لڑکیاں کہیں اَور جائیں گی تو خراب ہوں گی۔

غرض ہماری یہ حالت ہے کہ ایک دن تو ہم پر حکومت درحکومت قائم کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے اور دوسرے دن وہی حکومت درحکومت کہنے والے ہمارے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا فلاں سے سمجھوتا کرا دیں۔ آج سے چند سال پہلے بیگم سلمیٰ تصدّق حسین نے ایک دعوت کی۔ نواب صاحب ممدوٹ اور میاں ممتاز دولتانہ بھی اُس دعوت میں شریک تھے۔ میاں ممتاز دولتانہ میرے قریب آ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے نواب صاحب ممدوٹ آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا بڑی خوشی سے کریں اور جس وقت چاہیں تشریف لے آئیں۔ انہوں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ ملک فیروزخان صاحب نون نے میری مخالفت شروع کر دی ہے۔ آپ ان کو سمجھائیں کہ وہ مخالفت نہ کریں۔ میں نے کہا کہ یہ تو آپ کے گھر کا معاملہ ہے۔ اگر میں نے یہ کام کیا تو آپ کہیں گے یہ حکومت درحکومت ہے۔ انہوں نے کہا نہیں آپ انہیں کہیں گے تو وہ مان جائیں گے۔ نواب ممدوٹ کہتے ہیں کہ میں ایک وزارت آپ کے اختیار میں دیتا ہوں۔ وہ بیشک آپ نون صاحب کو دے دیں لیکن انہیں چُپ کرا دیں۔ دوسرے دن نون صاحب میرے پاس آ گئے اور کہنے لگے نواب ممدوٹ صاحب سے میرا تصفیہ کرا دیں۔ میں نے کہا یہ آپ کا گھر کا معاملہ ہے میں دخل دوں گا تو حکومت درحکومت ہو جائے گی۔ کہنے لگے کوئی بات نہیں۔ 56 ممبروں کے دستخط اِس وقت میری جیب میں موجود ہیں جو میری تائید میں ہیں۔ میں نے کہا نون صاحب! آپ بڑے سادہ ہیں۔ سادگی کی وجہ سے آپ سمجھتے ہیں کہ اِس وقت 56 ممبر میرے ساتھ ہیں لیکن موقع پر 6 ممبر بھی آپ کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ میں آپ کو ایک آسان راستہ بتاتا ہوں۔ میاں ممتاز دولتانہ میرے پاس آئے تھے۔ وہ کہہ گئے ہیں کہ ممدوٹ صاحب ایک وزارت آپ کے ہاتھ میں دیتے ہیں وہ آپ نون صاحب کو دے دیں اور انہیں چپ کرا دیں۔ آپ وہ وزارت لے لیں۔ پھر جب آپ کی قابلیت ظاہر ہو گی تو آپ وزیراعظم بھی بن سکتے ہیں۔ کہنے لگے آپ جانتے ہیں نواب ممدوٹ سادہ مزاج ہیں۔ میں نے کہا نون صاحب! آپ جانتے ہیں

میری رائے بھی آپ کے متعلق کچھ ایسی ہی ہے۔ کہنے لگے نہیں نہیں۔ میں تو آپ کا دوست ہوں۔ میں نے کہا نواب ممدوٹ بھی میرے دوست ہیں۔ اس کے بعد میں قادیان آیا تو نواب احسان علی صاحب مالیرکوٹلہ والے میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے نون صاحب نے بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ وعدہ کر گئے تھے کہ میرے لیے کوشش کریں گے اور تمام ممبروں کو کہیں گے کہ مجھے ووٹ دیں۔ میں نے کہا وہ غلط کہتے ہیں۔ وہ اتنی جلدی بھول گئے۔ میں نے انہیں کہا تھا کہ آپ نہایت سادہ ہیں۔ آپ کے خیال میں 56 ممبروں کے دستخط آپ کی جیب میں ہیں لیکن موقع پر چھ بھی آپ کی تائید میں کھڑے نہیں ہوں گے۔ اگر فی الواقع 56 ممبر آپ کی مدد کے لیے تیار ہوں تو میری مدد کی ضرورت ہی نہیں ہو گی۔ آپ 56 ممبروں کی تائید سے ہی جیت سکتے ہیں۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ نواب احسان علی صاحب ہنس پڑے اور کہنے لگے بات تو آپ کی ٹھیک ہے۔ نون صاحب سادہ ہیں۔ یہ لوگ انہیں دھوکا دے رہے ہیں اور پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ میں نے کہا پھر آپ انہیں سمجھائیں۔ اگر 56 ممبران کے ساتھ ہیں تو وہ یقیناً جیت جائیں گے اور اگر یہ محض دھوکا ہے تو جو اُن کی مدد کرے گا وہ بھی غلطی کرے گا۔

پس یہ حکومت در حکومت کا معاملہ ہمیشہ چلتا رہا ہے۔ ہندو بھی کہتے رہے ہیں، مسلمان بھی کہتے رہے ہیں، مسلم لیگ والے بھی کہتے رہے ہیں۔ ہاں ری پبلکن پارٹی ایسی ہے جس نے ابھی تک کچھ نہیں کہا۔ لیکن مسلم لیگ تو ہمیشہ یہ کہتی رہی ہے کہ ہماری فلاں سے صلح کرا دو، فلاں سے سمجھوتا کرا دو بلکہ انگریز بھی یہی کہتے رہے ہیں اور عرب بھی یہی کہتے رہے ہیں۔ حتّٰی کہ جب چودھری ظفراللہ خاں صاحب سرکاری ملازمت اختیار کرنے سے پہلے امریکہ گئے ہوئے تھے تو عربوں کے تمام نمائندوں نے جو یو۔این۔او میں گئے ہوئے تھے مجھے مشترکہ تار دیا کہ آپ چودھری ظفراللہ خان صاحب کو ہدایت کریں کہ وہ ابھی واپس نہ جائیں بلکہ یہاں رہ کر ہماری امداد کریں۔ چنانچہ انہیں تار دے دی گئی اور وہ وہیں ٹھہر گئے۔ لیکن 1953ء میں تمام لوگوں نے شور مچایا کہ چودھری ظفراللہ خاں صاحب ہیں تو گورنمنٹ کے ملازم لیکن اطاعت اپنے خلیفہ کی کرتے ہیں اور اِس کی مثال میں انہوں نے یہ واقعہ پیش کیا۔

حالانکہ وہ اُس وقت گورنمنٹ پاکستان کے ملازم نہیں تھے۔ وہ اُس وقت ریاست بھوپال کے ملازم تھے۔ پاکستان نے اُن پر یہ احسان کیا کہ جتنی تنخواہ وہ بھوپال سے لیا کرتے تھے اُس سے آدھی تنخواہ دے کر انہیں پاکستان بلا لیا۔ چودھری صاحب اُس وقت میرے پاس آئے اور کہنے لگے قائداعظم کہتے ہیں کہ تم پاکستان آ جاؤ۔ میں نے کہا آپ ضرور آ جائیں۔ اِس وقت پاکستان کو آپ کی ضرورت ہے۔ روپیہ کو آپ نے کیا کرنا ہے؟ آپ اپنی بڑی نوکری چھوڑ کر آ جائیں اور پاکستان کی خدمت کریں۔ چنانچہ وہ پاکستان آ گئے لیکن 1953ء میں پاکستانیوں نے اُنہیں یہ بدلہ دیا کہ اُنہیں گالیاں دیں، اُن کے خلاف جلوس نکالے اور کُتّوں اور گدھوں کو جلوس کے آگے لگا کر کہا کہ یہ چودھری ظفراللہ خان ہیں۔ غرض ایک وقت میں یہ لوگ ہم پر حکومت درحکومت قائم کرنے کا اعتراض کرتے ہیں اور دوسرے وقت خود منتیں کر کر کے کہتے ہیں کہ آپ فلاں معاملہ میں دخل دیں، آپ فلاں کام کر دیں۔

میں نہیں جانتا کہ وہ وقت کب آئے گا لیکن مجھے یقین ہے کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد یہی اخبار جو اَب لکھ رہے ہیں کہ ربوہ میں حکومت درحکومت ہے خود یا اِن کا کوئی رشتہ دار آئے گا اور کہے گا فلاں معاملہ میں دخل دیں، فلاں سے ہماری صلح کرا دیں۔ اور جب میں کہوں گا یہ تو حکومت درحکومت ہے تو وہ کہیں گے وہ تو کسی بیوقوف نے لکھ دیا تھا ہم تو اِس بات کے قائل نہیں۔ غرض اِس قسم کے بہت سے واقعات ہیں کہ لوگوں نے ہم پر حکومت درحکومت قائم کرنے کا الزام لگایا اور بعد میں خود ہی ہمارے پاس آئے اور کہا ہمارا فلاں کام کرا دیں، ہماری فلاں سے صلح کرا دیں۔

ہائیکورٹ میں ایک دفعہ لاہور کے ایک بڑے خاندان کا مقدمہ تھا۔ ججوں نے فریقین سے کہا کہ آپ ایک معزز خاندان میں سے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اتفاقِ رائے سے کسی شخص کو اپنا ثالث مقرر کر لیں اور اس سے اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروا لیں؟ اُن میں سے ایک نواب صاحب نے جن کو جائز وارث قرار دیا گیا تھا میرا نام لیا اور کہا میں اُن کو ثالث مقرر کرتا ہوں۔ اُن کا دوسرا رشتہ دار جو اَب فوت ہو چکا ہے وہ بھی نواب یا نواب زادہ کہلاتا تھا اُس نے ہوشیاری سے کام لیا۔ اُس نے یہ تو نہ کہا کہ میں انہیں ثالث منظور نہیں کرتا کیونکہ

اُن کے خاندان سے ہمارے پرانے تعلقات تھے اور وہ میرے نام کو بطور ثالث کے نامنظور نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے کہا اگر وہ ثالث مقرر ہو جائیں تو بڑی اچھی بات ہے۔ مگر مجھے علم ہے کہ انہیں فرصت نہیں ہوتی۔ ہاں اگر اُن کی جگہ مرزا بشیر احمد صاحب کو مقرر کر دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ بہرحال جس فریق نے میرا نام پیش کیا تھا اُسے مجھ پر زیادہ یقین تھا۔ گو حسابات کے معاملہ میں مرزا بشیر احمد صاحب اچھے ہیں۔ دوسرے فریق کی بات سن کر وہ اُس وقت تو چُپ ہو گئے مگر بعد میں وہ قادیان آئے۔ ملک غلام محمد صاحب قصور والے بھی ان کے دوست تھے اور اُس وقت اُن کے ساتھ تھے۔ وہ کہنے لگے ہائیکورٹ نے ہمیں مشورہ دیا تھا کہ ہم کسی کو ثالث مقرر کر لیں۔ جس پر میں نے آپ کا نام لیا تھا۔ میں نے کہا آپ نے بڑی غلطی کی آپ کے نام پیش کرنے کی وجہ سے فریقِ ثانی نے سمجھا ہوگا کہ آپ مجھ سے ملے ہوئے ہیں اس لیے آپ نے میرا نام پیش کیا ہے۔ میں تو وہی کروں گا جو انصاف ہوگا۔ لیکن اگر فیصلہ آپ کے خلاف ہوا تو آپ شور مچائیں گے کہ مرزا صاحب فریقِ ثانی کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اور اگر فیصلہ آپ کے حق میں ہوا تو فریقِ ثانی کہے گا کہ وہ تو پہلے سے ہی ان کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ اسی لیے انہوں نے بطور ثالث ان کا نام پیش کیا تھا۔ چنانچہ بعد میں یہی ہوا۔ 1953ء میں جب فسادات ہوئے اُس وقت اصل نواب صاحب تو فوت ہو گئے تھے۔ اُن کے دوسرے بھائی نے جو اُس وقت گورنمنٹ میں وزیر تھے ہماری مخالفت میں لیڈنگ پارٹ لیا کیونکہ انہوں نے اپنے دل میں یہ خیال کر لیا تھا کہ یہ فریقِ ثانی کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اگر یہ ثالث مقرر ہو جاتے تو انہوں نے ہماری مخالفت کرنی تھی۔ اس لیے آؤ ہم ان کی مخالفت کریں اور ان سے بدلہ لیں۔ غرض اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر ایسا موقع پیدا کر دیتا ہے کہ وہی لوگ جو ایک وقت ہم پر حکومت درحکومت قائم کرنے کا الزام لگاتے ہیں دوسرے وقت ہمارے پاس مدد کے لیے آ جاتے ہیں۔

سر فضل حسین صاحب مرحوم کے ساتھ میرے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ گو وہ اپنی زندگی میں مجھ سے اس بات پر ناراض رہتے تھے کہ میں سیاسیات میں دخل دے دیا کرتا ہوں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ آپ مذہبی آدمی ہیں آپ مذہب سے سروکار رکھیں اور سیاسیات

ہمارے لیے چھوڑ دیں۔ آپ سیاسیات میں دخل دیتے ہیں تو ہمارا کام خراب ہو جاتا ہے۔ وہ جب زیادہ بیمار ہوئے تو مجھے اُن کا پیغام آیا کہ میری حالت بہت خراب ہے اور ڈاکٹروں نے مجھے مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا ہوا ہے۔ اگر میں ذرا بھی اچھا ہوتا تو خود حاضر ہوتا۔ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔ آپ ایک منٹ کے لیے تشریف لاسکیں تو میں آپ کا بہت ممنون ہوں گا۔ میں نے کہا میں نے تو آپ کی عیادت کے لیے خود ہی آنا تھا۔ کہنے لگے آپ عیادت کے لیے جب چاہیں تشریف لائیں۔ اِس وقت خود آپ سے مجھے کام ہے اور میں آپ کو تھوڑی دیر کے لیے یہاں تشریف لانے کی تکلیف دے رہا ہوں۔ چنانچہ میں اُن کے بلانے پر ان کے مکان پر گیا۔ وہ بہت زیادہ بیمار تھے۔ پاس ہی پاٹ پڑا ہوا تھا۔ کہنے لگے میری حالت اچھی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ دو تین دن میں مَیں مر جاؤں گا۔ میں نے اِس وقت آپ کو اس لیے بُلوایا ہے کہ چودھری شہاب الدین صاحب نے مجھے بدنام کر دیا ہے۔ وہ ہر جگہ یہی کہتے پھرتے ہیں کہ میں نے مرزا صاحب کو ان کا مخالف بنا یا ہے۔ سر فضل حسین صاحب نے کہا کہ سید محسن شاہ صاحب (جو اصل میں نورپور کے رہنے والے تھے اور بعد میں لاہور آکر بس گئے تھے ایک دفعہ وہ کسی ٹربیونل(TRIBUNAL) میں جج بھی رہ چکے ہیں ان کا ایک بیٹا سی۔ایس۔پی میں ہے۔ اور ایک اَور بیٹا بنکوں میں ملازم ہے۔ وہ اُن دنوں ڈلہوزی میں رہتے تھے۔ وہاں اُن کے چودھری شہاب الدین صاحب سے دوستانہ مراسم تھے اور لاہور میں بھی ان کے ان سے گہرے تعلقات تھے) میرے پاس آئے تھے۔ وہ کہتے تھے میں چودھری شہاب الدین صاحب کے پاس گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ سر فضل حسین مر رہا ہے لیکن میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اُس نے مرزا صاحب کو کہا ہے کہ چودھری شہاب الدین کو ووٹ نہ دیا جائے اور میں صرف انہی کی مدد سے کامیاب ہوسکتا ہوں۔ اصل بات یہ تھی کہ میں اُن دنوں چودھری شہاب الدین صاحب سے خفا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ 1934ء میں جب گورنمنٹ نے مجھے سیفٹی ایکٹ کے ماتحت نوٹس دیا تو وہ نوٹس اُن کا سالا لے کر آیا۔ خالی نوٹس لانا تو کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں تھی کیونکہ وہ سرکاری ملازم تھا اور بالا افسروں کے احکام کی اطاعت کرنا اس کا فرض تھا۔ لیکن اس کا سلوک بھی گستاخانہ تھا۔ میں نے

چودھری شہاب الدین صاحب کو لکھا کہ آپ تو میری دوستی کا دم بھرتے ہیں لیکن آپ کے سالے نے میرے ساتھ نہایت گستاخانہ سلوک کیا ہے۔ انہوں نے لکھا کہ وہ بہت نالائق اور ذلیل ہے۔ میں بھی اُس سے خفا ہوں۔ میں نے کہا اگر یہ بات ہے تو آپ اُسے اپنے گھر میں نہ آنے دیں۔ اگر وہ آپ کے گھر آیا تو میں آپ سے کلام نہیں کروں گا۔ انہوں نے کہا بہت اچھا! آج سے وہ میرے گھر نہیں آئے گا اور اگر آئے تو آپ جو جی چاہے مجھ سے سلوک کریں۔ بعد میں مجھے پتا لگا کہ وہ انہی کے گھر پر رہتا ہے اور کئی ماہ سے وہاں ٹھہرا ہوا ہے۔ میں نے انہیں کہلا بھیجا کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ آپ کا سالا آپ کے گھر نہیں آئے گا۔ انہوں نے کہا اصل بات یہ ہے کہ میری بیوی چونکہ فوت ہوگئی ہے۔ میری سالیاں میرے پیچھے پڑ گئی تھیں کہ بھائی جی بیمار ہیں آپ انہیں اپنے گھر میں بُلا لیں۔ اس لیے میں نے مجبور ہو کر اُسے گھر بُلا لیا۔ میں نے کہا اس مجبوری کا خیال تو آپ کو اُس وقت بھی آ سکتا تھا جب آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آپ کے گھر نہیں آئے گا۔ اُس وقت آپ نے یہ کیوں کہہ دیا کہ اگر وہ میرے گھر آیا تو آپ جو سلوک مجھ سے چاہیں کریں۔ اس ناراضگی کی وجہ سے ایک دفعہ جب انہوں نے مجھے کہلا بھیجا کہ میں آپ سے ملنے کے لیے آنا چاہتا ہوں تو میں نے کہا فلاں واقعہ یاد کر لو۔ آپ نے خود کہا تھا کہ اگر میرا سالا میرے گھر پر آیا تو آپ جو سلوک چاہیں مجھ سے کریں یہ آپ کا اپنا فتویٰ ہے۔اس لیے میں آپ سے ملنا نہیں چاہتا۔ انہوں نے بدظنی کے ماتحت خیال کر لیا کہ سر فضل حسین صاحب نے مجھے ان سے ملنے سے منع کر دیا ہے اور انہوں نے ان کے خلاف میرے کان بھرے ہیں۔ سر فضل حسین صاحب مجھ سے ملے تو انہوں نے کہا کہ سید محسن شاہ صاحب آئے تھے انہوں نے بتایا ہے کہ چودھری شہاب الدین صاحب نے شکایت کی ہے کہ مرزا صاحب کو سر فضل حسین نے میرے خلاف کر دیا ہے اور انہیں کہا ہے کہ وہ مجھے ووٹ نہ دیں۔ اُس وقت چودھری شہاب الدین صاحب ضلع سیالکوٹ کے کسی حلقہ سے بطور امیدوار کھڑے تھے اور ہمارے چودھری شاہ نواز صاحب جن کی لاہور میں موٹروں کی ایک بڑی دکان ہے وہ ان کے مقابلہ میں کھڑے تھے۔ چودھری شہاب الدین صاحب سیالکوٹ میں بہت کم جاتے تھے لیکن چودھری شاہ نواز صاحب

وہاں زیادہ جاتے تھے اور ان کا خاندان بڑا بارسوخ تھا۔ اس لیے چودھری شہاب الدین صاحب کو ڈر پیدا ہوا کہ اگر چودھری شاہ نواز صاحب کھڑے رہے تو میں ہار جاؤں گا۔ جب سر فضل حسین صاحب نے مجھ سے چودھری شہاب الدین صاحب کے متعلق ذکر کیا تو میں نے کہا آپ گھبراتے کیوں ہیں؟ میں آپ کی بات کبھی رڈ نہیں کر سکتا۔ آپ کے مجھ سے پرانے تعلقات ہیں اور آپ کے والد کے میرے والد سے دوستانہ تعلقات تھے۔ آپ جو کچھ کہتے ہیں میں ضرور پورا کر دوں گا۔ سر فضل حسین صاحب نے حیرت سے کہا کہ کیا آپ نے مان لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں میں نے مان لیا۔ اِس پر اُسی وقت سر فضل حسین صاحب نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو بُلایا اور کہنے لگے ابھی چودھری شہاب الدین صاحب کو فون کرو کہ مرزا صاحب سے فوراً مل لیں۔ میں نے کہا میں شام کو مل لوں گا۔ انہوں نے کہا کہ آپ ابھی اُن سے مل لیجیے۔ پتا نہیں شام تک وہ کتنے لوگوں سے بات کرے گا۔ چنانچہ میں نے کہا میں ابھی اپنے گھر جاتا ہوں۔ آپ انہیں فون کروا دیں۔ چنانچہ اُن کے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے چودھری شہاب الدین صاحب کو فون کر دیا کہ وہ مجھے شیخ بشیر احمد صاحب کے مکان پر جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا فوراً مل لیں۔ انہوں نے کہا کیا مرزا صاحب مان گئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں وہ مان گئے ہیں؟ آپ اُن سے فوراً مل لیں۔ بہرحال وہ ملاقات کے لیے آ گئے۔ وہ ایک ہوشیار آدمی تھے۔ دروازہ پر آ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میں اندر نہیں آتا۔ کیونکہ آپ کہیں گے کہ میں کسی غرض کے لیے آیا ہوں۔ جب تک آپ کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ میں بے غرض آیا ہوں اُس وقت تک میں اندر نہیں آؤں گا۔ میں انہیں خوب جانتا تھا۔ میں نے کہا چودھری صاحب! باتیں نہ بنایئے اور اندر آ جایئے۔ انہوں نے کہا میں ووٹ لینے نہیں آیا بلکہ یہ بتانے آیا ہوں کہ میرا سالا میرے گھر کیوں آیا ہے۔ جب اس کے متعلق آپ کی تسلی ہو جائے گی تو دیکھا جائے گا۔ میں نے کہا زیادہ باتیں نہ کریں اندر آ کر بیٹھ جائیں۔ میں نے اس موقع پر چودھری شاہ نواز صاحب کو بھی بُلا یا ہوا تھا اور میں نے انہیں کہا تھا کہ چودھری شہاب الدین صاحب بوڑھے آدمی ہیں اور آپ نوجوان ہیں۔ آپ کو قربانی سے کام لینا چاہیے۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان کے گھر جائیں اور کہیں آپ میرے باپ کے

برابر ہیں میں آپ کے مقابلہ میں کھڑا نہیں ہوں گا۔ چودھری شہاب الدین صاحب اندر آ کر بیٹھ گئے تو میں نے کہا آپ گھبراتے کیوں ہیں؟ میں نے چودھری شاہ نواز صاحب کو کہہ دیا ہے کہ وہ آپ سے ملیں اور کہیں کہ میں آپ کے مقابلہ میں کھڑا نہیں ہوں گا۔ اِس پر وہ کہنے لگے اچھا! انہوں نے وعدہ کر لیا ہے؟ آپ انہیں فوراً میرے پاس بھجوا دیں۔ اُس وقت وہ سب پہلی باتیں بھول گئے کہ میں بغیر کسی غرض کے ملنے آیا ہوں۔ چنانچہ چودھری شاہ نواز صاحب ان کے مکان پر گئے اور انہیں تسلی ہوگئی۔

غرض اِس طرز پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ ہی جو شخص مجھ پر حملہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اُس کو یا اُس کے رشتہ دار کو مجبور کر دیتا ہے کہ وہ میرے پاس آئیں اور کہیں کہ آپ ہماری مدد کریں اور ان اخباروں کے قول کے مطابق حکومت درحکومت قائم کریں۔ کیا کوئی غیراحمدی ایسا ہے جو یہ کہے کہ کوئی شخص میرے باپ کو گالیاں دے تو میں اُسے بڑے شوق سے ملوں گا؟ اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی مرید جو مجھے باپ سے کئی گُنا زیادہ عزیز سمجھتا ہے میرے کسی دشمن کو منہ لگائے۔ وہ تو اُس کی شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا۔ پھر اس کا نام حکومت درحکومت کیسے ہوگیا؟ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالیاں دے تو وہ اس کے نزدیک کسی عزت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ مثلاً دیکھ لو اگر کوئی لڑکا اپنی والدہ کے ساتھ جا رہا ہو اور رستہ میں اُسے کوئی غنڈہ ملے اور وہ اُس کی ماں کے سر پر جُوتیاں مارے اور لڑکا اُس سے خفا ہو جائے تو کیا کوئی کہے گا کہ یہ حکومت در حکومت ہے؟ کیونکہ اُس دن سے وہ لڑکا اُس شخص سے نہیں بولتا۔ حالانکہ اگر وہ لڑکا اس شخص سے بولتا تو ہم اُسے دیوث سمجھتے۔ اُس کا اپنی والدہ کی بے عزتی کرنے والے سے نہ بولنا بتاتا ہے کہ اُس کے اندر غیرت کا مادہ پایا جاتا ہے۔ اِس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ حکومت درحکومت قائم ہوگئی ہے۔

پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے لائلپور سے سرگودھا جانے والی شاہی سڑک بھی ربوہ میں شامل ہے اور اُس سڑک پر گزرنے سے کوئی شخص کسی کو نہیں روک سکتا نہ ناظر امورِعامہ اس کو روک سکتا ہے اور نہ کوئی اَور شخص روک سکتا ہے۔ پھر ربوہ میں ایسے مکانات بھی شامل ہیں جو صدر انجمن احمدیہ کی ملکیت ہیں، احمدیوں کے مکانات ہیں، میرے مکانات ہیں یا میری

ذاتی سڑکیں ہیں میں نے ایک بڑی رقم ادا کر کے اسّی کنال زمین خریدی ہے اور اس میں جتنی سڑکیں ہیں وہ میری ملکیت ہیں۔ پھر صدر انجمن احمدیہ کی ذاتی زمین دوسَو کنال ہے۔ اس میں بھی کئی سڑکیں ایسی ہیں جو صدرانجمن احمدیہ کی ملکیت ہیں۔ اب اگر کوئی میرا دشمن یا سلسلہ کا دشمن ان جگہوں میں سے گزرے تو ناظرامورِعامہ کو قانونی طور پرحق حاصل ہے کہ اُسے روک دے۔ اور حکومت درحکومت نہیں بلکہ یہ ذاتی تحفظ کا قانون ہے جس پر ہر جگہ عمل کیا جاتا ہے۔ اگر کسی چوڑھے کے پاس بھی دوسَو کنال زمین ہو اور وہ اس میں بیس مکانات بنا لے تو وہ جب چاہے اُن میں آنے سے منع کر سکتا ہے۔ اگر یہ حکومت درحکومت ہے تو یہی اخبار جو اِس وقت شور مچا رہے ہیں اعلان کر دیں کہ دنیا کے تمام لوگوں کو خواہ وہ ہمارے شدید ترین دشمن ہوں اجازت ہے کہ وہ ہمارے گھروں میں رات دن جس وقت چاہیں آ جائیں ہم انہیں نہیں روکیں گے۔ کیونکہ ہم حکومت درحکومت کے قائل نہیں۔ غرض جتنے احکام بھی نظارت امورِعامہ کی طرف سے دیئے گئے ہیں اُن میں ایک مثال بھی حکومت درحکومت کی نہیں۔ بلکہ ان میں سے ہر مثال ثابت کرتی ہے کہ نظارت امورِ عامہ نے جو کچھ کیا ہے اپنے اختیارات کے اندر رہ کر کیا ہے۔ اُس نے قطعاً ایسا کوئی حکم نہیں دیا کہ ربوہ کی سرکاری سڑکوں پر چلنا منع ہے۔ انہوں نے جب یہ کہا ہے کہ فلاں شخص کو ربوہ میں آنے کی اجازت نہیں تو اِس ربوہ سے مراد وہ مکانات اور سڑکیں ہیں جو نظارت امورِعامہ کے ماتحت ہیں یا میرے اور صدرانجمن احمدیہ کے مکانات ہیں ان میں آنے سے کسی کو روکنا ہرگز جُرم نہیں اور کسی کو یہ کہنے کا حق حاصل نہیں یہ حکومت درحکومت ہے بلکہ جو شخص ایسے علاقہ میں بغیراجازت کے داخل ہوتا ہے وہ خود فتنہ کھڑا کرتا ہے۔ تمام احمدیوں نے میری بیعت کر کے اس کا اقرار کیا ہوا ہے کہ وہ میری اطاعت کریں گے۔ پس اُن کے اِس اقرار کے ماتحت نظارت امورِعامہ اگر کسی ایسے شخص پر جو خلافت یا نظامِ سلسلہ کا باغی ہے کسی قسم کی پابندی عائد کرتی ہے تو وہ اس پابندی کے عائد کرنے میں بالکل حق بجانب ہے۔ یہ حکومت درحکومت نہیں بلکہ اظہارِ غیرت ہے اور اظہارِحق ہے اور یہ حق انہیں قانون اور شریعت نے دیا ہے۔

دیکھو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک موقع پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا

کہ یارسولَ اللّٰہ! آج فلاں وقت ایک شخص اس سوراخ سے مکان کے اندر جھانک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا عائشہ! تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا؟ میں نیزہ مار کر اُس کی آنکھ پھوڑ دیتا۔6 کہتے ہیں ''ماں سے زیادہ چاہے کُٹنی کہلائے''۔ میں اِن اخبار والوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ آزادی پسند واقع ہوئے ہیں؟ کیا وہ آپ سے زیادہ حُریت کا احساس رکھتے ہیں؟ پھر اگر نظارت امورِعامہ کسی دشمنِ سلسلہ کو صدرانجمن احمدیہ کے مکانات میں یا میرے اور دوسرے احمدی افراد کے مکانات میں آنے سے روکے تو اِس کا نام حکومت در حکومت کیسے ہو گیا؟

اگر کوئی کہے کہ نظارت امورِعامہ نے یہ کہاں لکھا ہے کہ ربوہ سے مراد وہ حصہ شہر ہے جو اُس کے قبضہ میں ہے؟ تو میں کہوں گا کہ نظارت امورِعامہ نے یہ کہاں اعلان کیا ہے کہ سرکاری مکانوں اور سڑکوں پر بھی نہ آؤ؟ اگر نظارت امورِعامہ نے خود اس کی وضاحت نہیں کی تو دوسرے لوگوں کو اتنا تو سمجھنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص دعوٰی کرتا ہے تو وہ اپنی ملکیت اور تصرف کی چیز کے متعلق ہی کرتا ہے دوسرے کی ملکیتی چیزوں کے متعلق نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص گورنمنٹ کی ملکیتی سڑکوں پر گزرنے سے کسی شخص کو روکتا ہے تو گورنمنٹ اُسے خود پکڑ لے گی۔ کیا ان اخبارات کو آزادیٔ ملک کا زیادہ پاس ہے اور گورنمنٹ کو نہیں؟ گورنمنٹ کو ان اخبارات سے زیادہ ملک کی آزادی کا احساس ہے۔ پس اگر کوئی احمدی کسی غیراحمدی کو یا اپنے کسی اندرونی یا بیرونی مخالف کو گورنمنٹ کی ملکیتی سڑکوں پر سے گزرنے سے منع کرے گا تو قانون کے ماتحت وہ مجرم ہو گا اور حکومت اُسے گرفتار کرے گی۔ لیکن اپنے گھر سے کسی کو روکنے کا اختیار ہر شخص کو ہے چاہے کوئی سنی ہو یا شیعہ، احمدی ہو یا غیراحمدی اِس میں کسی فرقہ کا سوال نہیں۔ اِسی طرح امورِعامہ کو صدرانجمن احمدیہ اور احمدیوں کی زمینوں اور مکانات سے کسی اندرونی یا بیرونی دشمن کو روکنے کا پورا اختیار حاصل ہے کیونکہ احمدیوں نے انہیں اِس کا اختیار دیا ہوا ہے۔ تبھی تو صدرانجمن احمدیہ کا ادارہ دارالقضاء ان کے مقدمات سنتا ہے اور جہاں تک ہو سکے نظارت امورِعامہ ان کی مدد کرتی ہے۔ جب کسی کو پولیس تنگ کرتی یا اُس پر ظلم کرتی ہے تو وہ نظارت امورِ عامہ کے پاس آ جاتا ہے۔ اور اگر کوئی پوچھے کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے؟

تو وہ کہتا ہے یہ تو ہمارے مائی باپ ہیں۔ اب اگر کسی کے مائی باپ کسی کو اپنے مکان میں گُھسنے سے روکیں تو اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔

غرض کسی شکل اور کسی نہج اور کسی پہلو سے بھی دیکھا جائے یہ بات ثابت ہے کہ ربوہ میں کوئی حکومت درحکومت قائم نہیں۔ جو احکام بھی دیئے گئے ہیں وہ رائج الوقت قوانین کے ماتحت دیئے گئے ہیں۔ صرف ان کے توڑ مروڑ کر غلط معنٰی لیے گئے ہیں اور توڑ مروڑ کر غلط معنٰی تو دشمن ہمیشہ لیتا ہی رہتا ہے۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ دنیا میں اِس قسم کے کئی خبیث انسان گزرے ہیں۔ مثلاً لیکھرام کو ہی لے لو۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ 7 میں مسلمانوں کو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) لواطت کی تعلیم دی گئی ہے کیونکہ مستقیم اُس آنت کو کہتے ہیں جو مَبْـرَزْ 8 کے سوراخ کے قریب ہوتی ہے۔ اب دیکھ لو! ایک مخالف اور خبیث انسان کس طرح ایک اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کو بھی توڑ مروڑ کر کچھ سے کچھ بنا دیتا ہے۔

پس اگر امورِ عامہ کہتا ہے کہ ربوہ میں نہ آؤ تو اس کے معنٰی وہ ربوہ ہے جو اُس کے قبضہ میں ہے اور اُس کو ایسا کہنے کا حق حاصل ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اُسے اس حق سے باز نہیں رکھ سکتی۔ ورنہ تصرفِ بیجا یعنی ٹریس پاسنگ(Trespassing) کا کوئی قانون باقی نہیں رہتا حالانکہ یہ قانون نہایت اہم ہے اور اس بارہ میں سینکڑوں نہیں ہزاروں ڈگریاں ہو چکی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کے کھیت سے گڈّا گزارے تو وہ عدالت میں اُس کے خلاف نالش کرسکتا ہے۔ بلکہ عدالتوں نے تو اِتنی سختی کی ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے ایک اَور شخص کی شکایت کی کہ اُسے اس کے کھیت میں سے گڈّا گزارنے سے روکا جائے۔ ہائیکورٹ نے یہ مقدمہ سنا تو فریقِ ثانی نے کہا کہ اس کے متعلق سابق فیصلہ موجود ہے اور عدالت نے ہمیں ایسا کرنے کا حق دیا ہوا ہے اور ہم دیر سے ان کے کھیت میں سے گڈّا گزار رہے ہیں۔ دوسرے فریق نے کہا کہ پہلے زمانہ میں یہ کوئلہ والے گڈّے گزارا کرتے تھے اور اب یہ روڑی کے گڈّے گزارتے ہیں جس پر ہمیں اعتراض ہے۔ اِس پر عدالت نے مالک کا حق تسلیم کیا اور کہا کہ اگر پہلے یہ کوئلہ والا گڈّا گزارتا تھا اور عدالت نے اسے ایسا کرنے کا حق دیا تھا تو اب بھی اسے کوئلہ والا گڈّا گزارنے کا حق ہے رُوڑی والا گڈّا گزارنے کا حق نہیں۔

گزرنے کا حق احسان کے طور پر ہے اور احسان کو ہمیشہ کے لیے جاری سمجھنا غلط بات ہے۔ اس لیے اگر اس کے کھیت میں سے کوئلہ کے سوا کوئی اَور چیز گزرے گی تو ہم اسے روکیں گے۔ گویا قانون نے اپنی جائیداد کی حفاظت کے حق کو بڑا مقدم رکھا ہے اور شریعت نے بھی ہر شخص کو یہ حق دیا ہے۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا عائشہ! تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا میں سوراخ میں سے اندر جھانکنے والے کی آنکھ نیزہ سے نکال دیتا۔ گویا یہ اتنا بڑا حق ہے کہ اسلام نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ اگر اس حق کو امورِ عامہ استعمال کرتا ہے تو اُسے حکومت در حکومت کس طرح کہا جا سکتا ہے؟ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں اسلامی حکومت قائم ہے اور دوسری طرف جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے قانون پر عمل کیا جاتا ہے تو اُسے حکومت درحکومت کہا جاتا ہے۔ گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو رائج کرنا حکومت درحکومت ہے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اسلامی مملکت ہے۔ اِس پر ہم إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھنے کے سوا اَور کیا کہہ سکتے ہیں''۔　　(غیر مطبوعہ مواد از خلافت لائبریری ربوہ)

1: حقیقة الوحی روحانی خزائن جلد22صفحہ 5 کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن2008ء

2: البقرۃ:24

3: تذکرہ صفحہ26ایڈیشن چہارم2004ء

4: **مَبْغُوض**: جس سے بُغض یا کینہ رکھا جائے، جس سے دشمنی کی جائے، قابلِ نفرت (اردو لغت تاریخی اصول پر جلد17 صفحہ 295 کراچی2000ء)

5: **نٹ**: شعبدہ باز۔ بازی گر۔ نیچ قوم کا فرد (اردو لغت تاریخی اصول پر جلد19 صفحہ 774 کراچی2003ء)

6: صحیح البخاری کتاب الاستئذان باب الاستئذانُ مِنْ اَجل الْبَصَر (مفہومًا)

7: الفاتحۃ:6

8: **مَبْرَزْ**: پاخانہ نکلنے کی جگہ۔ مقعد (فیروز اللغات اردو جامع فیروز سنز لاہور)